حافظ صہیب احمد

اداریہ

طلباء علوم دینیہ کی خدمت میں

اَلحمدُ للهِ رَبِّ العالمینَ والصلوٰۃُ والسلامُ علیٰ اَشرفِ المرسلینَ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین...... اَمّابعد!

جدید معاشرے میں طلبہ علوم دینیہ کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے کیونکہ دنیادار لوگوں کو خیال ہے کہ دینی علوم پیشہ و فن کے اعتبار سے غیر مفید ہیں اور ان میں مشغول ہونے والے طلباء محض ایک نکمّے اور ناکارہ طلبا ہوتے ہیں اور وہ دنیا کی شان و شوکت اور آرام و آسائش سے محروم زندگی گذارتے ہیں۔ ایسی باتیں جب طلباء کے کان میں پڑتی ہیں تو وہ احساس کمتری کا شکار ہوجاتے ہیں اور اپنے آپ کو گھٹیا مخلوق خیال کرتے ہیں اور ذہن میں کوئی خاص مقصد نہ ہونے کی وجہ سے ان کو اپنے مستقبل میں مایوسی نظر آنے لگتی ہے اور جب دنیا دار لوگوں کی ظاہری شان و شوکت (Glamours) اور ان کا معیار زندگی اور دنیا کی رنگینیاں دیکھتے ہیں تو دین سے دلبرداشتہ ہوکر کالجز اور یونیورسٹیوں کا رخ کرنے کی خواہش کرتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک رفعت و بلندی جدید علوم میں نہیں گو ان کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ لیکن دینی علوم کے طلباء کا ذہنی خلفشار اور اضطراب قلب (Frustration) اور یہ سب کچھ ان کے عدم خلوص، ناقص سوچ، کم ہمتی، غفلت، بدمحنتی کا اور (خود اعتمادی) self relience کے نہ ہونے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دین کے طالب علم کو ذلیل و رسوا کریں جبکہ اس کا وعدہ ہے کہ علم دین رکھنے والوں کو رفعت و بلندی سے نوازے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَرفعِ اللهُ الذینَ اٰمنُوا منکم والذینَ اُوتوا العِلمَ درٰجٰت یعنی اللہ تعالیٰ صاحبان ایمان و صاحبان علم کو کئی درجہ بلند فرماتے ہیں۔ حضور

فرماتے ہیں : اقرب الناس من درجة النبوة اهل العلم ...... الخ، یعنی درجہ نبوت کے نزدیک ترین اہل علم ہیں..... الخ، (منتخب کنز العمال و مجمع البحار) اور اس سے بڑھ کر رفعت و بلندی کیا ہو سکتی ہے۔

حضور کا فرمان ہے: یبعث الله تعالی العباد یوم القیامه ثم یبعث العلماء ثم یقول یامعشر العلماء انی لم اضع علمی فیکم الا لعلمی بکم ولم اضع علمی فیکم لا عذبکم اذهبوا فقد غفرت لکم (کنز العمال و احیاء العلوم) یعنی اللہ تعالیٰ دن قیامت کے تمام بندوں کو اٹھائیں گے پھر علماء کو خصوصیت سے طلب کریں گے اور فرمائیں گے اے علماء کی جماعت میں نے تم کو اپنا علم (دین و شریعت کا) اس کا اہل سمجھ کر دیا تھا پس اپنا علم دے کر اب تمہیں کوئی سزا نہ دوں گا۔ جاؤ میں نے تم سب کو بخش دیا۔

حالانکہ انہی علوم کی بدولت ہمارے اسلاف کی مقبولیت کے نغمے آج بھی الاپے جاتے ہیں دنیا ان کو جانتی ہے۔ اور ہر شخص ان کی شخصیت سے واقف ہے۔ تاریخ ایسے جواہر نایاب سے لبریز ہے مثلاً امام مالکؒ، ابو حنیفہؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ وغیرہ یہ سب اسی علوم کے حامل تھے۔ جتنی کتابوں کے یہ مولف و مصنف ہیں شاید ہم میں سے کوئی اتنی پڑھ بھی سکے گا یا نہیں۔ حالانکہ ان کو جیلوں میں پابند سلاسل رکھا جاتا، گدھوں پر بیٹھا کر جوتوں کا ہار بنا کر گردنوں میں لٹکایا جاتا، کوڑے برسائے جاتے لیکن ان کے عزم میں تزلزل نہیں آیا یہ ان کا اخلاص تھا اور ان کے دلوں میں دین حنیف کی قدر تھی وہ سمجھتے تھے اللہ اور اس کے رسول کا فرمان جھوٹا نہیں ہو سکتا کہ بعض قوموں کو اس قرآن کے ساتھ اللہ بلند کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی تھی بلکہ جس طرح ان پر ظلم ڈھائے جاتے اتنے ہی وہ اپنے عقیدہ میں مستحکم ہوتے۔ انہوں نے ہر قسم کے ابتلاء کا بڑی اور جواں مردی سے مقابلہ کیا، اپنی گردنوں کو خم نہیں کیا زمانہ کی کروٹوں اور ... اور ظاہرداری

کے عجب کے دام میں گرفتار نہیں ہوئے بلکہ مومنانہ، مخلصانہ فراست نے ان کو تقویٰ، تواضع وانکساری کا ایسا پیکر بنایا کہ بادشاہوں کے حسن و جمال، سج ورضج، کروفر اور ان کی شہرت و ہیبت کے غلغلے کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر علم اسلام کو بلند بالا رکھا۔

بقول شاعر

جفا کی تیغ سے گردن کو گرتے بارہا دیکھا
کٹی ہے برسر میداں وفا شعاروں کی

جس خلوص، محنت اور قربانیوں سے انہوں نے شجرہ اسلام کی آبیاری کی اور دنیا پر دین اور اہل دین کی عظمت کو واضح کیا ہم اسے ترک کرکے ذلیل و خوار ہیں۔ جس کے نتیجے میں آج دینی علوم کا معیار تنزل پذیر اور روبہ انحطاط ہے آخر سوچیں تو سہی یہ کوئی Supernaturalism (مافوق الفطرت عمل) نہیں کہ ہم اس کو حاصل نہیں کرسکتے بلکہ یہ تو Attainable (ممکن الحصول) چیز ہے جیسا کہ ہمارے اسلاف کو حاصل تھی اگر آج ہم ان کے حقیقی وارث بننا چاہتے ہیں اور کھوئی ہوئی عظمت و رفعت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اسلاف کے طریقے پر چلتے ہوئے چند باتوں کا اہتمام کرنا ضروری ہوگا۔ **پہلی بات:** دینی طالب علم کی نیت خالص ہو خالصاً للہ اس دین کو سیکھنے کے لئے کمربستہ ہو، اگرچہ آج اس تمدنی دور میں طلبا کی علمی قابلیت کا امتحان ہوتا ہے لیکن صحابہؓ کے عہد میں طالبان علم سے خلوص نیت کا امتحان ہوتا تھا۔ ترمذی کے کتاب العلم میں ہے کہ ایک شخص حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس آیا کہ ایک حدیث سیکھنے آیا ہوں تو ابوالدرداءؓ نے پوچھا کہ تجارت کے لئے تو نہیں آئے، جب جواب نفی میں ملا تو پھر حدیث کی روایت فرمائی، چنانچہ ذوق علم کے ساتھ ساتھ خلوص نیت ہی کی کشش تھی کہ ایک حدیث کے لئے سینکڑوں میل کا سفر اختیار کیا۔ اسی طرح حضرت جابرؓ کے بارے میں بخاری میں آتا ہے کہ ایک حدیث کے لئے مدینہ سے شام تک کا سفر کیا۔ **ثانیاً:** دینی طلباء میں شوق علم ہو جیسا کہ تاریخ المشاہیر میں لکھا ہے کہ امام مالک کی خدمت میں بہت سے لوگ بیٹھے

ہوئے تھے کسی نے باہر سے آکر کہا کہ ہاتھی آیا ہے۔ سارے ہاتھی دیکھنے چلے گئے چونکہ عرب میں ہاتھی نہیں ہوتا تھا لیکن یحیٰی بن یحیٰی اندلسی بیٹھے کتاب پڑھتے رہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ ہاتھی تو اندلس میں بھی نہیں ہوتا تو جواب دیا کہ میں مغرب سے یہاں تک جناب کے فیاض سے استفادہ کے لیے آیا ہوں اس لیے نہیں آیا کہ ایسے بابرکت شغل کو چھوڑ کر گلی کوچوں میں ہاتھی دیکھتا پھروں۔ ثالثاً: طلباء علوم دینیہ کو وقت کی قدر ہو جس طرح کہ خطیب بغدادی جن کا تبحر علمی زمانے کو تسلیم ہے۔ ان کو یہ رتبہ بلند اس لیے ملا جیسا کہ ابن جوزی کہتے ہیں کہ کبھی شب و روز ایسی گھڑی نہیں آئی تھی جس میں علم کا یہ نوعمر شیدائی علمی جدوجہد کے سوا کسی اور چیز میں اس کو صرف کرتا حتیٰ کہ اگر خانگی ضرورت سے مجبورا مطالعہ چھوڑنا پڑتا تو کتب حدیث کا کوئی جزو اپنے ہاتھ میں لیجاتے تاکہ راستے میں اسے یاد کرتے رہیں۔ **رابعاً**: دینی طلباء اساتذہ کا احترام لازم پکڑیں۔ جیساکہ محدث سفیان بن عیینہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد کی نصیحت تھی کہ اپنے اساتذہ کے احترام، خدمت، اطاعت کو اپنے اوپر واجب سمجھو۔ اسی لیے میں اساتذہ کی خدمت میں مشہور تھا۔ میرے والد کا مقولہ ہے: لن یسعدبا لعلماء الامن اطاعھم فاطعھم تسعدوا خدمھم تقتبس من علمھم یعنی فیض وہی اٹھائے گا جو احترام و خدمت کرے گا یہ تجرباتی بات ہے کہ گستاخ استاد دنیا میں بھی ذلیل ہوتا ہے اور آخرت میں تو ہوگا جو ہوتا ہے۔ **خامساً**: دینی علوم کے طلباء مطالعہ کی پابندی کریں۔ جیساکہ امام نوویؒ کے متعلق مولانا سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ وہ شب و روز مطالعہ میں رہتے۔ اسی طلب و سعی کامل کا یہ لازمی نتیجہ ہوا کہ مسلم شریف کی عمدہ شرح رہتی دنیا تک یادگار رہے گی لیکن آج کل اگر کوئی محنت کرے تو کہتے ہیں پاگل ہوجائے گا۔ سادساً: دینی طلباء کا مطالعہ میں انہماک، جیساکہ سفرنامہ شبلی میں ہے کہ مسٹر آرنلڈ جو کہ علامہ شبلی و علامہ اقبال کے استاد تھے۔ بمبئی میں جہاز پر سوار ہوئے۔ جہاز کا انجن ٹوٹ گیا کپتان گھبرائے تدبیریں کر رہے تھے۔ شبلی کہتے ہیں ہیں کہ عین اسی حالت میں بعد

اضطراب دوڑا جاکر دیکھا تو مسٹر آرنلڈ محو مطالعہ ہیں۔ اطلاع دی تو وہ پہلے ہی جانتے تھے۔ میں نے کہا بھلا یہ مطالعہ کا وقت ہے تو جواب دیا کہ جہاز کو اگر برباد ہی ہونا ہے تو یہ تھوڑا سا وقت اور بھی قدر کے قابل ہے۔ **سابعاً**: دینی طلباء سبق کے بار بار تکرار کا التزام کریں۔ جیسا کہ علامہ ابو اسحاق شیرازی کا معمول تھا کہ جو روزانہ اپنے استاد سے پڑھتے اس کو بلاناغہ سو مرتبہ تکرار کرکے حفظ تک پہنچاتے۔ موصوف مشہور کتاب مہذب کے مصنف ہیں۔ **ثامناً**: دینی طلباء صداقت، گفتار و کردار کے پیکر ہوں۔ جیسا کہ مشہور واقعہ ہے کہ امام شافعی کا حافظہ کمزور تھا تو استاد سے شکایت کی تو استاد نے کہا اپنے عمل کو مرضی الٰہی کے تابع کردے اور ہر طرح کے شائبہ فسق و فجور سے اپنے آپ کو منزہ کرلے۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی
فاوصانی الی ترک المعاصی
لان العلم نور من اله
و نور الله لا یعطی لعاصی

نور علم کے لیے ضروری ہے کہ طالب علم رذیل اخلاق، کذب و افتراء چغل خوری وغیرہ عیوب سے اپنے نفس کو مبرا رکھے کیونکہ نور کثافتوں اور گندگیوں کے درمیان جلوہ گر نہیں ہوتا۔ بایں ہمہ اخلاقی خرابیوں و فسق آمیزیوں کے ہم سب چاہتے ہیں کہ گفتار و کردار اور صداقت کے پیکر بن جائیں بقول اقبال:

چاہتے تو سبھی ہیں کہ ہوں اوج ثریا پہ مقیم
پہلے پیدا تو کرے ایسا کوئی قلب سلیم

آج بھی اگر کوئی اپنے آپ کو ان چیزوں کے لیے تیار کرے اور مذموم خصائل و معاصی سے منزہ کرکے اپنے نفس کو مہذب کرلے تو انوار علم ان کے سینوں میں بھی جگمگا اٹھیں۔

اے علمِ دین کے طالب! د نیا داری کھنا کبھی راحت و آرام طلبی کی فکر میں نہ لگنا وگرنہ علماء کی شان تم میں پیدا نہ ہو گی اور مایوسی کی زنجیروں کو توڑ دے کیونکہ

"Despondent is the murder of a man."

(ناامیدی انسان کی قاتل ہے)

اور نہ ہی گم شدہ میراث کے عدم حصول کو Attribution (بد نصیبی پر محمول کرنا) خیال کر۔ کوشش کر کیونکہ کوشش انسان کو کندن بنا دیتی ہے۔ لامحد محروم من جد وجد۔

لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلاّ مَا سَعیٰ

"اللھم وفقنا لما تحب و ترضی"

احسان اللہ قمر

ثالث ثانوی

چمکتے موتی

- دل پر اکثر جو مصیبتیں آتی ہیں وہ آنکھوں کے راستے آتی ہیں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

- سب سے بڑی جہالت یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھے۔
- اخلاق کا اچھا ہونا سب اچھی کی دلیل ہے
- اچھی صورت کے مقابلے میں اچھی سیرت کا درجہ بلند ہے
- حسد حاسد کو مرنے سے پہلے مار دیتا ہے
- انسان بڑھاپے میں اس وقت داخل ہوتا ہے جب وہ علم حاصل کرنا چھوڑ دے۔